QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"عصرِ حاضر میں مصنوعی ذہانت کا فروغ اور روایتی قانونی ڈھانچے کا بحران"

The Rise of Artificial Intelligence (AI) in the Contemporary Era and the Crisis of the Traditional Legal Framework

Abdul Quddous
Assistant professor Law, Mir Chakar Khan Rind University Sibi Balochistan
Email: advabdulquddousbangulzai@gmail.com
Muhammad Shahbaz
PhD Scholar Institute of Islamic Studies University of Karachi
Email: drshahbazsalik@gmail.com

Abstract:

The rapid advancement of Artificial Intelligence (AI) has fundamentally transformed contemporary society, reshaping economic systems, public administration, healthcare, education, finance, and legal practice. While AI offers unprecedented opportunities for innovation, efficiency, and decision-making, it simultaneously presents complex legal, ethical, and regulatory challenges that expose the limitations of traditional legal frameworks. Existing legal systems, primarily developed to regulate human conduct, often struggle to address issues arising from autonomous algorithms, machine learning, algorithmic bias, data privacy, intellectual property, liability for AI-generated decisions, and the attribution of legal responsibility for autonomous systems. This growing disparity has created a significant regulatory gap that threatens legal certainty, accountability, and the protection of fundamental rights.

This study critically examines the relationship between the rapid proliferation of AI technologies and the emerging crisis confronting conventional legal structures. It explores the inadequacy of existing legal doctrines in addressing AI-related disputes and evaluates the necessity of developing adaptive, technology-oriented legal mechanisms capable of responding to the evolving digital landscape. Employing a qualitative and doctrinal research methodology, the study analyzes contemporary legislation, judicial developments, international policy frameworks, and scholarly literature to identify the principal legal challenges associated with AI governance. Furthermore, it highlights the importance of balancing technological innovation with ethical responsibility, transparency, human oversight, and the rule of law.

The study concludes that the sustainable integration of Artificial Intelligence into modern society requires comprehensive legal reforms founded upon interdisciplinary collaboration among legal scholars, policymakers, technologists, and ethicists. It argues that future legal systems must evolve beyond traditional regulatory paradigms to establish flexible, principle-based governance frameworks capable of safeguarding justice, accountability, and human rights while fostering technological progress. The findings contribute to the growing discourse on AI regulation and provide policy recommendations for developing resilient legal frameworks suitable for the age of intelligent technologies.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

Keywords: *Artificial Intelligence (AI), Traditional Legal Framework, AI Governance, Legal Responsibility, Algorithmic Accountability, Data Privacy, Emerging Technologies, Legal Reform, Digital Regulation, Rule of Law.*

جدید دور میں سائنسی اور تکنیکی ترقی نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے۔ انہی جدید ایجادات میں مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) ایک انقلابی ٹیکنالوجی ہے جس نے معیشت، طب، تعلیم، مواصلات، قانون، حتیٰ کہ انسانی سوچ اور فیصلہ سازی کے طریقوں کو بھی بدل کر رکھ دیا ہے۔ مصنوعی ذہانت کے ذریعے مشینیں نہ صرف انسانی اعمال کو انجام دیتی ہیں بلکہ خودکار فیصلے کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہیں، جو انسانی معاشرت اور اخلاقی اقدار کے لیے نئے سوالات اور چیلنجز پیدا کر رہی ہے۔

مصنوعی ذہانت نے جہاں ترقی، سہولت اور جدت کے بے شمار مواقع فراہم کیے ہیں، وہیں اس کے ساتھ متعدد اخلاقی اور قانونی چیلنجز بھی سامنے آئے ہیں، جن میں ڈیٹا پرائیویسی، شخصی آزادی، خودکار نظاموں کی قانونی و اخلاقی ذمہ داری، انسانی جان سے متعلق فیصلوں میں AI کا کردار، بے روزگاری، معاشی عدم مساوات، اور انصاف و شفافیت کے مسائل نمایاں ہیں۔ ان چیلنجز نے عالمی سطح پر ماہرینِ قانون، فلسفیوں اور اخلاقیات کے ماہرین کو مؤثر قانونی و اخلاقی ضابطوں کی تشکیل پر غور کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہ تحقیقی جائزہ اس بات کا احاطہ کرے گا کہ مصنوعی ذہانت سے پیدا ہونے والے اخلاقی اور قانونی مسائل کون سے ہیں جن پر توجہ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مصنوعی ذہانت کے تصور کا تاریخی پس منظر

مصنوعی ذہانت کا تاریخی پس منظر اتنا ہی قدیم ہے جتنی انسانی تہذیب کی علم پسندی اور تخلیقی جستجو۔ اگرچہ "مصنوعی ذہانت" کی اصطلاح بیسویں صدی کی پیداوار ہے، لیکن غیر جاندار اشیاء میں زندگی اور عقل پیدا کرنے کا تصور قدیم یونانی، مصری اور چینی داستانوں میں بھی ملتا ہے۔ یونانی اساطیر میں "ٹالوس " (Talos) نامی ایک ایسے کانسی کے دیو کا ذکر ہے جسے جزیرہ کریٹ کی حفاظت کے لیے ایک مشین کی طرح بنایا گیا تھا۔

قرون وسطیٰ میں مسلم سائنسدانوں اور ماہرین فلکیات نے بھی ایسی مشینوں پر کام کیا جو خودکار طریقے سے حساب کتاب کر سکیں، جیسے الجزری کے خودکار آلات (Automata)۔ تاہم، اس تصور کو سائنسی بنیادیں سترہویں اور اٹھارہویں صدی کے فلسفیوں اور ریاضی دانوں نے فراہم کیں، جنہوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسانی سوچ کو ایک حساباتی عمل (Calculus) کی صورت میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ انیسویں صدی میں ایڈا لولیس (Ada Lovelace) اور چارلس بیبج کے "اینالائٹیکل انجن" نے اس خواب کو حقیقت کی شکل دینے کی پہلی باقاعدہ کوشش کی، جس نے یہ ثابت کیا کہ مشینیں صرف حساب نہیں کر سکتیں بلکہ اگر انہیں درست ہدایات دی جائیں تو وہ منطقی نتائج بھی اخذ کر سکتی ہیں۔

> "(The idea of artificial beings with intelligence has been a part of human culture for thousands of years, appearing in myths and early mechanical designs.)[1]۔
>
> ذہانت کے حامل مصنوعی وجودوں کا تصور ہزاروں سالوں سے انسانی ثقافت کا حصہ رہا ہے، جو کہ اساطیر اور ابتدائی مکینیکل ڈیزائنوں میں ظاہر ہوتا رہا ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی مصنوعی ذہانت کا تصور افسانوی داستانوں سے نکل کر ریاضیاتی لیبارٹریوں میں داخل ہو گیا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم موڑ 1950ء میں این ٹیورنگ (Alan Turing) کا وہ تحقیقی مقالہ تھا جس میں انہوں نے "ٹیورنگ ٹیسٹ" متعارف کرایا۔ ٹیورنگ نے یہ سوال اٹھایا کہ "کیا مشینیں سوچ سکتی ہیں؟" اور ایک ایسا معیار پیش کیا جس کے ذریعے مشین کی ذہانت کو انسانی ذہانت کے مماثل پرکھا جا سکے۔ اس کے ٹھیک چھ سال بعد، 1956ء میں ڈارٹماؤتھ کالج (Dartmouth College) میں ایک تاریخی ورکشاپ منعقد ہوئی، جس میں جان میکارتھی، ماروِن منسکی اور کلاڈ شینن جیسے ماہرین

نے شرکت کی۔ اسی کانفرنس میں پہلی بار "Artificial Intelligence" کی اصطلاح باقاعدہ طور پر استعمال کی گئی اور اسے ایک علیحدہ سائنسی شعبے کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ اس دور کو مصنوعی ذہانت کا "سنہرا دور" کہا جاتا ہے کیونکہ اس وقت یہ امید پیدا ہو گئی تھی کہ اگلے چند عشروں میں ایسی مشینیں تیار کر لی جائیں گی جو مکمل طور پر انسانی شعور کی حامل ہوں گی۔

آج ہم جس مصنوعی ذہانت کا مشاہدہ کر رہے ہیں، وہ "نیورل نیٹ ورکس" اور "ڈیپ لرننگ" پر مبنی ہے، جو انسانی دماغ کے کام کرنے کے انداز کی نقل کرتی ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ ارتقاء محض ایک تکنیکی سفر نہیں ہے، بلکہ انسانی عقل کی اس تڑپ کا اظہار ہے جو اپنے جیسے ہی ایک ذہین وجود "کو مادی صورت میں دیکھنے کی خواہشمند رہی ہے۔

مصنوعی ذہانت کا تاریخی پس منظر قدیم دور کی انسانی تخیلاتی پرواز سے شروع ہو کر عصر حاضر کی پیچیدہ الگورتھمی حقیقت تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا سفر قدیم یونانی اساطیر اور مسلم دور کے خودکار آلات سے ہوتا ہوا ایلن ٹیورنگ کے ریاضیاتی سوالات اور 1956ء کی ڈارٹماؤتھ کانفرنس تک پہنچا، جہاں اسے ایک باقاعدہ سائنسی شاخ کی حیثیت ملی۔ اگرچہ اس دوران کئی اتار چڑھاؤ آئے اور فنڈنگ کی کمی کے باعث یہ شعبہ سرد مہری کا شکار بھی رہا، لیکن اکیسویں صدی میں ڈیٹا اور پروسیسنگ کی طاقت نے اسے ایک نئی زندگی بخشی۔ آج کی مصنوعی ذہانت ان تمام تاریخی کوششوں کا ثمر ہے جن کا مقصد انسانی ذہانت کی میکانکی نقل تیار کرنا تھا۔ یہ تاریخی ارتقاء ہمیں بتاتا ہے کہ یہ ٹیکنالوجی اچانک پیدا نہیں ہوئی بلکہ صدیوں کے انسانی تجسس اور سائنسی پیش رفت کا منطقی نتیجہ ہے۔

مصنوعی ذہانت کے موجودہ اثرات

سوشل میڈیا اور مواصلاتی رابطوں کی موجودہ شکل مکمل طور پر مصنوعی ذہانت (AI) کے مرہونِ منت ہے۔ فیس بک، انسٹاگرام، ایکس (ٹویٹر) اور یوٹیوب جیسے پلیٹ فارمز پر ہم جو کچھ دیکھتے ہیں، اس کا فیصلہ "اے آئی الگورتھم" کرتے ہیں۔ یہ الگورتھم ہر صارف کے پسند وناپسند، کلک کرنے کی عادات اور آن لائن گزارے گئے وقت کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں اور پھر اسے وہی مواد دکھاتے ہیں جو اس کی دلچسپی کے مطابق ہو۔ اس عمل کو "مواد کی ترتیب" کہا جاتا ہے، جس نے صارفین کے لیے معلومات تک رسائی تو آسان بنادی ہے، لیکن اس نے "ایکو چیمبرز" بھی پیدا کر دیے ہیں، جہاں انسان صرف وہی باتیں سنتا ہے جو اس کے اپنے نظریات کے مطابق ہوں، جس سے معاشرتی تقسیم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مزید برآں، مصنوعی ذہانت زبانوں کے فوری ترجمے اور خودکار سب ٹائٹلز کے ذریعے لسانی رکاوٹیں ختم کر کے دنیا بھر کے انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب لا رہی ہے۔

اسلامی اخلاقیات اور فکری تناظر میں "بیان" اور "ابلاغ" کی بڑی اہمیت ہے، اور شریعت میں جھوٹ، بہتان اور افواہ سازی کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ قرآن کریم کا حکم ہے کہ "جب کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو"۔ مصنوعی ذہانت کے دور میں اس حکم کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ڈیپ فیکس اور جعلی مواد کے ذریعے کسی کی عزت اچھالنا یا معاشرے میں فتنہ پھیلانا شرعاً کبیرہ گناہ اور قانونی جرم ہے۔ علماء اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو سوشل سوتے میڈیا کے استعمال میں "تقویٰ" کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے اور کسی بھی ایسی ٹیکنالوجی کا حصہ نہیں بنا چاہیے جو فحاشی، عریانی یا نفرت انگیزی کا سبب بنے۔ الگورتھم کے ذریعے انسانی ذہنوں کی "برین واشنگ" اور انہیں لایعنی مصروفیات میں الجھانا وقت کے ضیاع کے زمرے میں آتا ہے، جس سے بچنا اخلاقی طور پر لازم ہے۔

مصنوعی ذہانت کی قانونی حیثیت

مصنوعی ذہانت کی قانونی حیثیت کا مسئلہ عصر حاضر کے قانونی نظاموں کے لیے ایک بہت بڑا معمہ بن چکا ہے۔ قانونی حیثیت سے مراد وہ صلاحیت ہے جس کے تحت کوئی وجود قانون کی نظر میں حقوق اور فرائض کا حامل قرار پاتا ہے۔ روایتی طور پر قانون دو طرح کے اشخاص کو تسلیم کرتا ہے: ایک "طبیعی شخص" یعنی انسان، اور دوسرا "قانونی شخص" جیسے کمپنیاں یا ادارے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اب بحث یہ ہے کہ کیا مصنوعی ذہانت کو تیسری قسم کی قانونی حیثیت دی جاسکتی ہے ؟ اگر اے آئی کو ایک قانونی شخص تسلیم کر لیا جائے تو وہ اپنے نام پر معاہدے کر سکے گی، جائیداد رکھ سکے گی اور عدالت میں فریق بن سکے گی۔ تاہم، ناقدین کا خیال ہے کہ چونکہ اے آئی کے پاس شعور اور ضمیر نہیں ہے، اس لیے اسے قانونی شخصیت دینا انسانی حقوق کی توہین اور اصل ذمہ داروں (انسانوں) کو بچانے کی ایک کوشش ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى۔[2]

"کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے بے کار (بغیر کسی ذمہ داری اور جوابدہی کے) چھوڑ دیا جائے گا؟"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ کائنات میں "ذمہ داری" کا تصور صرف صاحب شعور وجود یعنی انسان کے لیے ہے۔ مصنوعی ذہانت کو ایک مستقل قانونی حیثیت دینا تاکہ وہ اپنی غلطیوں کی ذمہ دار خود ہو، اس قرآنی اصول کے خلاف ہے کیونکہ یہ انسان کو اس کی تخلیق کردہ چیز کی ذمہ داری سے آزاد کرنے کے مترادف ہے۔

قانونی حیثیت کی بحث کا ایک اہم پہلو "الیکٹرانک پرسن" کا تصور ہے، جسے یورپی پارلیمنٹ جیسی تنظیموں نے زیر بحث لایا ہے۔ اس تصور کے تحت اے آئی کو کمپنیوں کی طرح حقوق تو دیے جاسکتے ہیں لیکن اس کی لگام انسان کے ہاتھ میں رہے گی۔ قانونی پیچیدگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایک اے آئی سسٹم خود مختار طریقے سے کوئی جرم کرتا ہے یا معاہدہ توڑتا ہے، اگر اسے قانونی شخص نہ مانا جائے تو اس کے خلاف چارہ جوئی مشکل ہو گی، اور اگر مانا جائے تو اسے سزا کیسے دی جائے گی؟ کیا کسی سافٹ ویئر کو قید یا جرمانہ کیا جاسکتا ہے؟

چناچہ ماہرین کہتے ہیں:

> A significant aspect of the debate surrounding the legal status of Artificial Intelligence is the concept of "electronic personhood," which has been discussed by institutions such as the European Parliament. This concept proposes granting AI systems a limited legal status, similar to that of corporations, while ensuring that ultimate control remains with humans. However, serious legal challenges arise when an autonomous AI system commits a wrongful act or breaches a contract. If AI is not recognized as a legal person, assigning liability becomes difficult; if it is recognized, questions emerge regarding the nature and enforcement of legal sanctions against a non-human entity[3].

> مصنوعی ذہانت کی قانونی حیثیت سے متعلق مباحث میں ایک اہم تصور "الیکٹرانک شخصیت" (Electronic Personhood) کا ہے، جس پر یورپی پارلیمنٹ سمیت مختلف بین الاقوامی اداروں میں غور کیا گیا ہے۔ اس تصور کے مطابق مصنوعی ذہانت کو کمپنیوں کی طرح محدود قانونی حیثیت دی جاسکتی ہے، تاہم اس کا حتمی اختیار اور نگرانی انسان کے پاس ہی رہے گی۔ اس کے باوجود، جب کوئی خود مختار مصنوعی ذہانت کا نظام کسی غیر قانونی فعل کا ارتکاب کرے یا کسی معاہدے کی خلاف ورزی کرے، تو اس کی قانونی ذمہ داری کا تعین ایک پیچیدہ مسئلہ بن جاتا ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت کو قانونی شخصیت تسلیم نہ کیا جائے تو ذمہ

داری عائد کرنا دشوار ہو جاتا ہے، اور اگر اسے قانونی شخصیت کا درجہ دیا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک غیر انسانی نظام پر قانونی سزا کس طرح نافذ کی جا سکتی ہے۔

اخلاقی اور قانونی ماہرین کے مطابق، اے آئی کی قانونی حیثیت کو "آلے کی حیثیت" تک محدود رکھنا چاہیے، جہاں وہ اپنے مالک کے نمائندے کے طور پر تو کام کرے لیکن اس کی ہر حرکت کا قانونی ذمہ دار وہ انسان ہو جس نے اسے فعال کیا۔

فقہی تناظر میں، قانونی اہلیت تعلق عقل اور بلوغت سے ہے۔ چونکہ مصنوعی ذہانت عقل سلیم اور انسانی جذبات سے عاری ہے، اس لیے اسے فقہ اسلامی کی روشنی میں "شخص" قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسے "عین (Property)/ "شے (یا) "آلہ" (Instrument) کے زمرے میں رکھا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک حقوق و فرائض کا مرکز صرف وہ ہے جو "ذمہ" کی اہلیت رکھتا ہو۔

چنانچہ شیخ عبد العزیز بن احمد "شرح اصول بزدوی" میں لکھتے ہیں:

والذِّمَّةُ وَصْفٌ يُصَيِّرُ الإِنْسَانَ أَهْلًا لِمَا لَهُ وَمَا عَلَيْهِ، وَإِنَّمَا تَثْبُتُ لِلْإِنْسَانِ[4].

"ذمہ ایک ایسی شرعی وصف (صلاحیت) ہے جو انسان کو ان حقوق اور ذمہ داریوں کا اہل بناتی ہے جو اس کے حق میں ہوں یا اس پر عائد ہوں، اور یہ وصف صرف انسان ہی کے لیے ثابت ہوتا ہے۔"

قانونی طور پر اے آئی کی حیثیت ایک "غلام" یا "کارندے" کی سی ہے جس کے ہر تصرف کی قانونی ذمہ داری اس کے مالک پر لازم آتی ہے، تاکہ معاشرے میں کسی کا حق ضائع نہ ہو۔ مصنوعی ذہانت کی قانونی حیثیت کا مسئلہ محض ٹیکنالوجی کا نہیں بلکہ قانون کی بنیادی روح کا ہے۔ عالمی سطح پر اے آئی کو قانونی شخصیت دینے کی تجاویز موجود ہیں، لیکن اسلامی اور روایتی قانونی نظام اس کی نفی کرتے ہیں۔ قرآن و سنت کے اصولوں کے مطابق جوابدہی ہمیشہ صاحب عقل انسان پر ہوتی ہے۔ مصنوعی ذہانت کو قانونی شخص تسلیم کرنا انسان کو اس کے افعال کی ذمہ داری سے فرار کا موقع فراہم کر سکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اے آئی کو قانون کی نظر میں ایک "آلہ" یا "مال" ہی رہنا چاہیے، تاکہ اس کے ذریعے ہونے والے ہر عمل کا ایک انسانی ذمہ دار موجود ہو اور معاشرے میں انصاف کے تقاضے پامال نہ ہوں۔

سول ذمہ داری اور ہرجانہ

مصنوعی ذہانت (AI) کے قانونی مباحث میں "سول ذمہ داری" کا تصور سب سے زیادہ اہمیت اختیار کر چکا ہے، کیونکہ اے آئی سسٹمز کا روزمرہ زندگی میں استعمال مسلسل بڑھ رہا ہے۔ سول ذمہ داری سے مراد وہ قانونی فریضہ ہے جس کے تحت کسی شخص کے نقصان (جانی یا مالی) کی تلافی یا "ہرجانہ" ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ روایتی قانون میں "غفلت" کا اصول کارفرما ہوتا ہے، یعنی اگر کسی انسان کی لاپرواہی سے نقصان ہو تو وہ ذمہ دار ہے۔ لیکن اے آئی کے معاملے میں یہ ثابت کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ غلطی ڈویلپر کی تھی، ڈیٹا فراہم کرنے والے کی، یا الگورتھم نے خود سے کوئی غیر متوقع فیصلہ کیا۔ اس پیچیدگی کو حل کرنے کے لیے قانونی ماہرین اب "سخت ذمہ داری" کے تصور کی طرف مائل ہو رہے ہیں، جس کے تحت اے آئی بنانے والی کمپنی یا اسے استعمال کرنے والا ادارہ نقصان کا ذمہ دار ہوگا، خواہ ان کی نیت بد ہو یا نہ ہو۔

قرآن حکیم میں ہے:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ۔[5]

"اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی جتنا تمہیں دکھ (نقصان) پہنچایا گیا ہے۔"

یہ آیت مبارکہ نقصان کی تلافی اور بدلے میں عدل و انصاف کے قیام کا بنیادی حکم دیتی ہے۔ سول قانون میں ہرجانہ اسی قرآنی اصول کی ایک شکل ہے کہ جس کا جتنا نقصان ہوا ہے، اس کی تلافی اتنی ہی رقم یا متبادل سے کی جائے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

سول ذمہ داری کے تناظر میں ایک بڑی قانونی رکاوٹ "پروڈکٹ لائیبلٹی" کے قوانین ہیں۔ اگر ایک اے آئی سافٹ ویئر میں کوئی نقص رہ جائے اور وہ مالیاتی منڈیوں میں کروڑوں کا نقصان کر دے، تو موجودہ قوانین میں سافٹ ویئر کو اکثر "سروس" مانا جاتا ہے نہ کہ "پروڈکٹ"، جس سے ہر جانے کا حصول مشکل ہو جاتا ہے۔

نیز، اے آئی کے فیصلوں کی خود مختاری کی وجہ سے "براہِ راست سبب" کا تعین کرنا ایک قانونی معمہ ہے۔ کیا نقصان کا براہ راست سبب وہ کوڈ ہے جو سال پہلے لکھا گیا تھا یا وہ ڈیٹا جو مشین نے حال ہی میں خود سیکھا؟ اخلاقی اور قانونی طور پر یہ ضروری ہے کہ ہر جانے کا ایسا نظام وضع کیا جائے جو صارف کو تحفظ فراہم کرے اور اے آئی کمپنیوں کو پابند کرے کہ وہ اپنے نظاموں سے ہونے والے ہر قسم کے غیر ارادی نقصانات کی مالی ذمہ داری قبول کریں۔

فقہی نظام میں "ضمان" کا تصور انتہائی وسیع ہے۔ فقہائے احناف کے نزدیک اگر کسی کے مال یا جان کو نقصان پہنچے تو اس کا بدلہ (مثل یا قیمت) لازم آتا ہے۔ صاحب ہدایہ کے نزدیک "اتلاف مال" کی صورت میں ہر جانہ ہر حال میں واجب ہوتا ہے، خواہ نقصان پہنچانے والا عاقل ہو یا غیر عاقل (جیسے جانور یا آلہ)۔

وَمَنْ أَتْلَفَ مَالَ غَيْرِهِ ضَمِنَهُ.[6]

"جس شخص نے دوسرے کے مال کو تلف کر دیا، اس پر اس کا ضمان (تاوان) لازم ہو گا۔"

اے آئی کے دور میں، ہر جانے کی ذمہ داری اس "قابض" پر ہو گی جس کے تصرف اور نگرانی میں وہ سسٹم کام کر رہا تھا۔ اگر روبوٹک سرجری میں غلطی ہوتی ہے، تو ہسپتال یا روبوٹ کا مالک "ضامن" قرار پائے گا۔ یہ فقہی اصول اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ٹیکنالوجی کی پیچیدگی کے پردے میں کسی مظلوم کا حق ضائع نہ ہو۔

سول ذمہ داری اور ہر جانہ مصنوعی ذہانت کے دور میں عدل و انصاف کی فراہمی کا اہم ستون ہے۔ ٹیکنالوجی کی خود مختاری انسانی ذمہ داری کو ختم نہیں کر سکتی۔ قرآن، حدیث اور فقہ کے اصولوں کے مطابق ہر نقصان کی تلافی واجب ہے اور جو گروہ ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھا رہا ہے، وہی اس کے نقصانات کا ضامن بھی ہے۔ قانونی پیچیدگیوں کے باوجود، یہ اصول ناگزیر ہے کہ اے آئی کے ہر فعل کا ایک مالی ضامن موجود ہو تاکہ صارفین کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جدید قانون سازی کو اسلامی اصولِ ضمان کی روشنی میں ڈھال کر ہی ایک منصفانہ ڈیجیٹل معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

فوجداری ذمہ داری اور جرم کا تعین

مصنوعی ذہانت کے قانونی مسائل میں سب سے زیادہ پیچیدہ اور سنگین مسئلہ "فوجداری ذمہ داری" کا ہے۔ فوجداری قانون کی بنیاد دو عناصر پر ہوتی ہے: اول "فعل مجرمانہ" اور دوم "نیت مجرمانہ"۔ مصنوعی ذہانت کے معاملے میں "فعل" تو مشین سے سرزد ہو سکتا ہے (مثلاً کسی خودکار دفاعی نظام کا کسی معصوم پر گولی چلا دینا)، لیکن "نیت" کا تعین کرنا ناممکن ہے کیونکہ مشین کے پاس انسانی جذبات یا مجرمانہ ارادہ نہیں ہوتا۔ قانونی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی ایسی مشین کو "مجرم" قرار دیا جا سکتا ہے جو صرف اپنے الگورتھم کی پیروی کر رہی ہے؟ اگر کسی اے آئی سسٹم کے ذریعے قتل، چوری یا سائبر جرم سرزد ہوتا ہے، تو سزا کسے دی جائے گی؟ موجودہ قانونی ڈھانچے میں مشین کو سزا دینا (جیسے قید یا موت) بے معنی ہے، لہٰذا قانون سازوں کو اب "بالواسطہ ذمہ داری" کے اصولوں پر غور کرنا پڑ رہا ہے تاکہ اصل مجرم (ڈویلپر یا صارف) کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى۔[7]

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا (گناہ گار) دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

قرآنی اصول فوجداری ذمہ داری کی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ جرم کی سزا صرف اسی کو دی جا سکتی ہے جو اس کا اصل فاعل اور نیت رکھنے والا ہو۔ مصنوعی ذہانت کے جرائم میں یہ آیت اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ اگر مشین کو جرم کے لیے استعمال کیا گیا ہے، تو سزا اس انسان کو ملے گی جس نے اسے اس مقصد کے لیے تیار کیا یا استعمال کیا، نہ کہ مشین کو۔ فوجداری ذمہ داری کے تعین میں ایک اور چیلنج "خود مختار جرائم" کا ہے جہاں اے آئی سسٹم اپنے تجربے سے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

سیکھ کر ایسا جرم کر بیٹھتا ہے جس کی ہدایت اسے نہیں دی گئی تھی۔ ایسی صورت میں "غفلت مجرمانہ" کا قانون حرکت میں آتا ہے۔ اگر کسی کمپنی نے اپنے اے آئی سسٹم میں ایسے حفاظتی اقدامات نہیں رکھے جو اسے جرم سے روک سکیں، تو وہ کمپنی فوجداری طور پر ذمہ دار ٹھہرائی جاسکتی ہے۔

بین الاقوامی سطح پر اب "مصنوعی ذہانت کے لیے ضابطہ اخلاق" تیار کیا جارہا ہے تاکہ ایسے نظاموں کی تخلیق ہی کو جرم قرار دیا جائے جو انسانی زندگی کے لیے براہ راست خطرہ بن سکتے ہوں۔ جرم کا تعین کرنے کے لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کیا انسان نے مشین کو ایک "ہتھیار" کے طور پر استعمال کیا یا مشین کی غلطی انسان کی "مجرمانہ غفلت" کا نتیجہ تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ۔[8]

"تین طرح کے لوگوں سے قلم (ذمہ داری) اٹھالیا گیا ہے: سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، اور مجنون (پاگل) جب تک عاقل نہ ہو جائے۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ فوجداری ذمہ داری اور سزا کے لیے "عقل و شعور" بنیادی شرط ہے۔ چونکہ مصنوعی ذہانت عقل سلیم اور شعوری ارادے سے محروم ہے، اس لیے اسے براہِ راست مجرم قرار دے کر سزا نہیں دی جاسکتی، بلکہ اس کا حکم ان اشیاء یا جانوروں جیسا ہو گا جن کے جرائم کی ذمہ داری ان کے مالکان پر ہوتی ہے۔

اہلسنت کے فقہی نظام میں "جنایات" (جرائم) کے باب میں یہ اصول موجود ہے کہ اگر کوئی شخص کسی آلے یا جانور کے ذریعے کسی کو نقصان پہنچائے تو اسے "مسبب" (Cause) قرار دے کر سزا دی جائے گی۔ فقہائے احناف کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنے کتے کو کسی پر اکسا دے اور وہ اسے قتل کر دے، تو قصاص یا دیت اس شخص پر لازم ہو گی۔ اسی طرح، اگر کوئی اے آئی سسٹم کو کسی مجرمانہ کارروائی (مثلاً مالیاتی فراڈ یا ڈیٹا چوری) کے لیے استعمال کرتا ہے، تو وہ شخص "فاعل معنوی" قرار پائے گا۔ فوجداری قانون میں اے آئی کی حیثیت ایک آلہ جرم" کی ہے، اور جب تک اسے قانونی شخصیت نہیں دی جاتی، اس کے ہر فعل کی فوجداری ذمہ داری اس کے انسانی نگران پر ہی رہے گی۔

یہ فقہی قول فوجداری ذمہ داری کے مسئلے کو مکمل طور پر واضح کر دیتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کے کسی بھی مجرمانہ فعل کی حتمی ذمہ داری اس کے استعمال کرنے والے انسان پر ہو گی، کیونکہ مشین اخلاقی و قانونی طور پر جوابدہ نہیں ہو سکتی۔

فوجداری ذمہ داری اور جرم کا تعین مصنوعی ذہانت کے دور کا ایک کٹھن قانونی مرحلہ ہے۔ قرآن، حدیث اور فقہ کے روشن اصولوں کے مطابق، سزا اور ذمہ داری کا اصل مرکز "انسان" ہے۔ مشینوں کو مجرم قرار دینا نہ تو عقلی طور پر درست ہے اور نہ ہی شرعی طور پر۔

فوجداری قوانین کو اس طرح اپ ڈیٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ اے آئی کے ذریعے کیے جانے والے جرائم میں ڈویلپرز، کمپنیوں اور صارفین کے کردار کا الگ الگ تعین کیا جاسکے اور کسی بھی صورت میں مجرمانہ فعل کو "تکنیکی غلطی" کہہ کر معاف نہ کیا جائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ عدل کا تقاضا ہے کہ ٹیکنالوجی کے پیچھے چھپے ہوئے انسانی ارادے کا محاسبہ کیا جائے تاکہ معاشرہ ان نئے خطرات سے محفوظ رہ سکے۔ ڈیٹا کے تحفظ اور رازداری کے قوانین مصنوعی ذہانت کی بنیاد "ڈیٹا" پر ہے، اور یہی ڈیٹا عصر حاضر میں رازداری کے لیے سب سے بڑا قانونی چیلنج بن چکا ہے۔

اے آئی سسٹمز کو تربیت دینے کے لیے کروڑوں انسانوں کی ذاتی معلومات، ترجیحات اور طرزِ زندگی کا ڈیٹا استعمال کیا جاتا ہے۔ قانونی طور پر یہ سوال انتہائی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ کیا کسی فرد کا ڈیٹا اس کی اجازت کے بغیر اے آئی ماڈلز کے لیے استعمال کرنا جائز ہے؟ عالمی سطح پر "جی ڈی پی آر" جیسے قوانین وضع کیے گئے ہیں جو صارف کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ اپنی معلومات کے استعمال پر اعتراض کر سکے اور بھول جانے کا حق " استعمال کر سکے۔ تاہم، اے آئی کی پیچیدہ

ساخت میں ایک بار شامل ہو جانے والے ڈیٹا کو نکالنا تکنیکی طور پر مشکل ہوتا ہے، جس سے قانونی اور اخلاقی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ رازداری کا تحفظ محض ایک انفرادی حق نہیں بلکہ ایک قانونی ضرورت ہے تاکہ ٹیکنالوجی کے ذریعے انسانی زندگیوں کی بلا اجازت نگرانی اور استحصال کو روکا جا سکے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا۔[9]

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک تم ان کی اجازت نہ لے لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔"

یہ آیت کریمہ "حرمت مکان" اور "اجازت" کا بنیادی اصول بیان کرتی ہے۔ جدید دور میں انسان کا ڈیجیٹل ڈیٹا اس کے مجازی گھر کی مانند ہے؛ لہذا کسی بھی کمپنی یا اے آئی سسٹم کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ صارف کی صریح اجازت کے بغیر اس کی نجی معلومات (ڈیٹا) تک رسائی حاصل کرے یا اسے تجارتی مقاصد کے لیے استعمال کرے۔

ڈیٹا کے تحفظ کے قوانین کا دوسرا رخ "ڈیٹا سیکیورٹی" اور "سائبر تحفظ" ہے۔ جب حساس معلومات (جیسے طبی ریکارڈ یا بائیو میٹرک ڈیٹا) اے آئی کے ڈیٹا بیس میں جمع کی جاتی ہیں، تو ان کے چوری ہونے یا غلط استعمال ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ قانونی طور پر ڈیٹا کنٹرولرز پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس معلومات کو اس طرح محفوظ رکھیں کہ وہ کسی بھی غیر قانونی رسائی سے بچی رہیں۔ اگر ڈیٹا لیک کی صورت میں کسی فرد کی رازداری پامال ہوتی ہے، تو موجودہ قوانین سخت مالی جرمانے اور قانونی چارہ جوئی کی اجازت دیتے ہیں۔

مصنوعی ذہانت کے دور میں "پرائیویسی بائی ڈیزائن" کا تصور ابھرا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اے آئی سسٹم بناتے وقت ہی اس میں رازداری کے تحفظ کو بنیاد بنایا جائے۔ قانونی پیچیدگی اس وقت بڑھتی ہے جب ڈیٹا ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل ہوتا ہے، جہاں قوانین مختلف ہو سکتے ہیں، جس کے لیے ایک "عالمی ڈیجیٹل قانون" کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے:

حدیث پاک میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ ۔[10]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مشیر جس سے مشورہ لیا جاتا ہے اس کو امانت دار ہونا چاہیئے"۔

یہ حدیث مبارکہ "امانت داری" کے وسیع تصور کو واضح کرتی ہے۔ جب ایک صارف اپنا ڈیٹا کسی سروس یا ایپ کو فراہم کرتا ہے، تو وہ ادارہ اس ڈیٹا کا "امین" بن جاتا ہے۔ اس ڈیٹا کو امانت کے برخلاف کسی دوسرے مقصد یا اے آئی کی ٹریننگ کے لیے بغیر بتائے استعمال کرنا شرعی اور قانونی طور پر خیانت کے زمرے میں آتا ہے۔

اسلام میں "ستر" (پردہ پوشی) اور "اسرار" (رازوں) کی حفاظت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کسی دوسرے کے عیوب یا نجی معاملات کی ٹوہ لگانا (تجسس) شرعاً حرام ہے۔ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ کسی کا خط یا نجی تحریر اس کی اجازت کے بغیر دیکھنا خیانت ہے۔ اسی فقہی اصول کا اطلاق جدید "ڈیٹا مائننگ" پر ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا۔[11]

"اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو"

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اگر اے آئی کے ذریعے کسی کی نجی زندگی کے مخفی گوشوں کو آشکار کیا جائے یا اس کے ڈیٹا سے اس کی کمزوریوں کا پتہ لگا کر اسے بلیک میل کیا جائے، تو یہ "تجسس" کی بدترین شکل ہے۔ علماء کے نزدیک حکومت کی یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے قوانین نافذ کرے جو شہریوں کے ڈیجیٹل حقوق اور ان کی نجی زندگی کے تقدس کو پامال ہونے سے بچائیں۔

ڈیٹا کا تحفظ اور رازداری کے قوانین

مصنوعی ذہانت کے دور میں انسانی آزادیوں کے تحفظ کی ڈھال ہیں۔ قرآن و سنت کے احکامات "اجازت" اور "امانت داری" کو ہر معاملے میں مقدم رکھتے ہیں۔ ٹیکنالوجی کی ترقی کے نام پر انسانی نجی، زندگی میں مداخلت کسی بھی صورت میں قبول نہیں کی جاسکتی۔ قانونی فریم ورک کو اس طرح مضبوط ہونا چاہیے کہ وہ کمپنیوں کو ڈیٹا کے شفاف استعمال کا پابند بنائے اور صارفین کو ان کی معلومات پر مکمل کنٹرول فراہم کرے۔

خلاصہ یہ کہ ڈیجیٹل دور میں رازداری کا تحفظ صرف ایک قانونی شق نہیں بلکہ ایک اسلامی واخلاقی فریضہ ہے جس کے بغیر ایک پر امن اور محفوظ معاشرے کا قیام ممکن نہیں ہے۔

فکری ملکیت اور پیٹنٹ کے قوانین

مصنوعی ذہانت (AI) نے "فکری ملکیت" کے روایتی قوانین کو ایک بڑے امتحان میں ڈال دیا ہے۔ قانونی طور پر فکری ملکیت کا حق صرف اسے دیا جاتا ہے جو کسی ایجاد یا تخلیق کا "انسانی خالق" ہو۔ تاہم، اب اے آئی سسٹمز خود ایسی ایجادات کر رہے ہیں اور ایسے فن پارے تخلیق کر رہے ہیں جو مکمل طور پر ان کی اپنی "مشینی سیکھ" کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہاں قانونی پیچیدگی یہ پیدا ہوتی ہے کہ کیا ایک مشین کو "موجد" کے طور پر پیٹینٹ دیا جاسکتا ہے؟ دنیا بھر کی عدالتوں (جیسے امریکہ اور برطانیہ کی سپریم کورٹس) میں ایسے مقدمات زیر بحث رہے ہیں جہاں اے آئی) جیسے DABUS سسٹم (کی ایجادات کے لیے پیٹنٹ کی درخواست دی گئی۔ اب تک کا غالب قانونی رخ یہی ہے کہ پیٹنٹ اور کاپی رائٹ صرف انسان کے لیے مخصوص ہیں، لیکن ٹیکنالوجی کی تیز رفتار ترقی قانون سازوں کو اس بات پر غور کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ آیا ان قوانین میں ترمیم کی جائے یا اے آئی کی تخلیقات کو "پبلک ڈومین" قرار دیا جائے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى۔[12]

"اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں مگر وہی جس کی اس نے کوشش کی (محنت کی)۔"

یہ آیت فکری ملکیت کی بنیاد فراہم کرتی ہے کہ صلہ اور حق صرف اسی کو ملتا ہے جس نے "سعی" (کوشش و محنت) کی ہو۔ چونکہ اے آئی ایک بے جان آلہ ہے جس کی اپنی کوئی ذاتی محنت نہیں بلکہ وہ انسانی فراہم کردہ ڈیٹا اور الگورتھم پر چلتی ہے، اس لیے شرعی و قانونی طور پر اصل حق ملکیت اس انسان یا کمپنی کا ہونا چاہیے جس نے اس مشین کو اس قابل بنایا۔

فکری ملکیت کے قوانین کا دوسرا رخ "پیٹینٹ کی خلاف ورزی" سے متعلق ہے۔ جب اے آئی سسٹم لاکھوں موجودہ پیٹنٹس اور ڈیزائنز کا مطالعہ کر کے کوئی نئی چیز بناتا ہے، تو اکثر یہ سرحدیں دھندلا جاتی ہیں کہ اس نے کہاں تک دوسروں کے فکری حقوق کی خلاف ورزی کی ہے۔ قانونی طور پر "غیر منصفانہ استعمال" اور "چوری" کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

اگر پیٹینٹ کے قوانین کو اے آئی کے مطابق تبدیل نہ کیا گیا، تو بڑی کمپنیاں اے آئی کے ذریعے روزانہ ہزاروں ڈیزائن رجسٹر کرا کر انسانی موجدوں کے لیے راستے بند کر دیں گی، جس سے "علمی اجارہ داری" قائم ہو جائے گی۔ لہذا، قانون کو یہ توازن برقرار رکھنا ہو گا کہ وہ ایجادات کی حوصلہ افزائی بھی کرے اور انسانی تخلیقی صلاحیتوں کا تحفظ بھی یقینی بنائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَسْمَرَ بْنِ مُضَرِسٍ، قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ، فَقَالَ:" مَنْ سَبَقَ إِلَى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ، قَالَ: فَخَرَجَ النَّاسُ يَتَعَادَوْنَ يَتَخَاطُونَ ۔[13]

اسمر بن مضرس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ سے بیعت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کسی ایسے پانی (چشمے یا تالاب) پر پہنچ جائے (یعنی اس کا کھوج لگا لے) جہاں اس سے پہلے کوئی اور مسلمان نہ پہنچا ہو تو وہ اس کا ہے"، (یعنی وہ اس کا مالک و مختار ہو گا) (یہ سن کر) لوگ دوڑتے اور نشان لگاتے ہوئے چلے (تاکہ نشانی رہے کہ ہم یہاں تک آئے تھے)۔

یہ حدیث مبارکہ "حق سبقت" اور "حق ایجاد" کو تسلیم کرتی ہے۔ جدید فقہائے کرام اس سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ جو شخص اپنی ذہنی محنت سے کوئی نیا نظریہ یا ایجاد پیش کرے، وہ اس کی ملکیت ہے۔ اے آئی کی صورت میں، چونکہ مشین بذاتِ خود "سبقت" کا ارادہ نہیں رکھتی، اس لیے یہ حق اس کے پیچھے موجود انسانی دماغ کو ہی منتقل ہو گا۔ جدید فقہی مباحث میں "حقوق معنویہ" کو مالِ متقوم (قابلِ قدر مال) تسلیم کیا جاتا ہے۔ مجمع الفقہ الاسلامی کے فیصلوں کے مطابق، تالیف اور ایجاد کے حقوق شرعاً معتبر ہیں اور ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اے آئی کے دور میں، علماء کا موقف ہے کہ مشین کی بنائی ہوئی چیز کو اگر پیٹنٹ دیا جائے تو وہ محض ایک "قانونی مجاز" ہو گا، اور اس کا حقیقی مالک وہی ہو گا جس کے مال اور محنت سے وہ مشین تیار ہوئی۔

تاہم، اگر اے آئی مکمل طور پر آزادانہ طور پر کچھ تخلیق کرتی ہے، تو اسے انسانیت کے مشترکہ فائدے کے لیے وقف کر دینا چاہیے تاکہ چند کمپنیوں کی اجارہ داری قائم نہ ہو۔ فکری ملکیت کے قوانین کا مقصد "عدل" ہونا چاہیے، نہ کہ انسانی حقوق پر مشینوں کا غلبہ۔

فکری ملکیت اور پیٹینٹ کے قوانین مصنوعی ذہانت کے دور میں ایک بڑی تبدیلی کے متقاضی ہیں۔ قرآن و سنت کے اصول انسانی محنت اور حق سبقت کو تحفظ دیتے ہیں۔ مشینوں کو آزادانہ "موجد" تسلیم کرنا انسانیت کے فکری مقام کی نفی ہو گی۔

قانونی فریم ورک کو اس طرح وضع کیا جانا چاہیے کہ وہ اے آئی کو ایک طاقتور "ٹول" کے طور پر تسلیم کرے لیکن حقوق ملکیت کا حتمی مرکز انسان کو ہی رکھے تاکہ علمی دیانت اور سماجی عدل برقرار رہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ پیٹنٹ کے قوانین کا اصل مقصد انسانی ذہانت کی حوصلہ افزائی ہونا چاہیے نہ کہ مشینوں کی خود مختار اجارہ داری۔

خود مختار ہتھیار اور بین الاقوامی انسانی قانون

مصنوعی ذہانت (AI) کے مہلک استعمال کا سب سے خطرناک پہلو "مہلک خود مختار ہتھیاروں کے نظام" کی تیاری ہے، جنہیں عام اصطلاح میں "قاتل روبوٹس" کہا جاتا ہے۔ قانونی طور پر یہ ہتھیار ایک ایسا بحران پیدا کر رہے ہیں جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ بین الاقوامی انسانی قانون اور جنیوا کنونشنز کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ جنگ کے دوران "امتیاز" اور "تناسب" کو ملحوظ رکھا جائے۔

یعنی جنگجو اور عام شہری کے درمیان فرق کرنا اور فوجی ضرورت کے مطابق طاقت کا استعمال کرنا۔ خود مختار ہتھیاروں کے معاملے میں یہ قانونی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک الگورتھم میدانِ جنگ کی پیچیدہ صورتحال میں ایک معصوم بچے اور ایک مسلح دشمن کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ اگر ایک مشین خود مختار طریقے سے کسی شہری کو قتل کر دیتی ہے، تو بین الاقوامی قانون کے تحت جنگی جرائم کی ذمہ داری کس پر عائد ہو گی؟ کیا یہ کمانڈر کی غلطی ہو گی یا اس پروگرامر کی جس نے کوڈ لکھا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔[14]

"اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام (محترم) قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ (شرعی فیصلے کے تحت)۔"

یہ آیت کریمہ انسانی جان کی حرمت کا عالمگیر منشور ہے۔ جنگ میں بھی صرف انہی کو نشانہ بنایا جا سکتا ہے جو محارب (جنگجو) ہوں۔ مصنوعی ذہانت کے وہ ہتھیار جو انسانی مداخلت کے بغیر "حق" اور "ناحق" کا فیصلہ کریں، اس قرآنی حکم کی روح کے خلاف ہیں، کیونکہ زندگی اور موت کا فیصلہ صرف ایک ذمہ دار اور

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

جوابدہ انسانی ارادہ ہی کر سکتا ہے۔ خود مختار ہتھیاروں کا استعمال "مارٹنز کلاز" جیسے بین الاقوامی قانونی اصولوں سے بھی ٹکراتا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ جہاں کوئی واضح قانون نہ ہو وہاں "انسانیت کے قوانین" اور "عوامی ضمیر" کو معیار مانا جائے گا۔

قانونی پیچیدگی یہ ہے کہ مشینیں "ضمیر" سے محروم ہوتی ہیں، لہذا ان کا جنگ میں استعمال اخلاقی اور قانونی طور پر ایک "خلاء" پیدا کرتا ہے۔ اگر جنگیں مشینوں کے سپرد کر دی جائیں تو جنگی جرائم کے لیے کسی کو جوابدہ بنانا ناممکن ہو جائے گا، جسے ماہرین "جوابدہی کا خلا" کہتے ہیں۔ بین الاقوامی انسانی قانون کا مطالبہ ہے کہ ہر ہتھیار پر "" موثر انسانی کنٹرول ہونا چاہیے تاکہ ہر حملے کے پیچھے ایک ایسا انسان موجود ہو جو قانونی طور پر ذمہ داری قبول کر سکے۔ خود مختار ہتھیاروں کی دوڑ عالمی امن کے معاہدوں کو غیر موثر بنا سکتی ہے اور دنیا کو ایک ایسی غیر ارادی جنگ کی طرف دھکیل سکتی ہے جس کا کنٹرول انسان کے ہاتھ میں نہیں ہو گا۔

حدیث پاک میں ہے:

أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " انْطَلِقُوا بِاسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ، وَلَا تَقْتُلُوا شَيْئًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغُلُّوا وَضُمُّوا غَنَائِمَكُمْ وَأَصْلِحُوا وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ" ۔[15]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجاہدین کو رخصت کرتے وقت) فرمایا: ”تم لوگ اللہ کے نام سے، اللہ کی تائید اور توفیق کے ساتھ، اللہ کے رسول کے دین پر جاؤ، اور بوڑھوں کو جو مرنے والے ہوں نہ مارنا، نہ بچوں کو، نہ چھوٹے لڑکوں کو، اور نہ ہی عورتوں کو، اور غنیمت میں خیانت نہ کرنا، اور غنیمت کے مال کو اکٹھا کر لینا، صلح کرنا اور نیکی کرنا، اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے“۔

یہ حدیث مبارکہ جنگ کے اخلاقی و قانونی ضوابط بیان کرتی ہے۔ اس میں مخصوص طبقات کے تحفظ کی تاکید کی گئی ہے۔ خود مختار ہتھیار چونکہ انسانی جذبات اور بصیرت سے عاری ہوتے ہیں، اس لیے ان سے اس بات کی ضمانت لینا ناممکن ہے کہ وہ ان معصوم طبقات کی جان کی حفاظت کریں گے، جو کہ اسلامی قانونِ جنگ کا بنیادی تقاضا ہے۔ فقہی مآخذ میں "جہاد" اور "سیر" (بین الاقوامی تعلقات) کے ابواب میں دشمن کے ساتھ سلوک کے تفصیلی قواعد موجود ہیں۔ فقہائے احناف کے نزدیک جنگ میں بھی عدل کا دامن نہیں چھوڑا جا سکتا۔

خود مختار ہتھیاروں کا ایک بڑا قانونی نقص یہ ہے کہ وہ "جذبہ انتقام" یا "تکنیکی خرابی" کی بنا پر غیر ضروری تباہی مچا سکتے ہیں۔ علماء کا متفقہ موقف ہے کہ ایسی ٹیکنالوجی جو انسانی کنٹرول سے باہر ہو کر قتل و غارت گری کرے، اسے میدانِ جنگ میں اتارنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ قانونی طور پر ریاست کا سربراہ اور فوجی کمانڈر ان ہتھیاروں کے ہر فعل کے ذمہ دار ہوں گے، اور وہ "مشینی خود مختاری" کا عذر پیش کر کے بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

خود مختار ہتھیار اور بین الاقوامی انسانی قانون کا تصادم مصنوعی ذہانت کے دور کا سب سے ہولناک قانونی مسئلہ ہے۔ قرآن و سنت کے احکامات جنگ میں بھی عدل اور انسانی جان کی حرمت کی تاکید کرتے ہیں۔ مشینوں کو قتل کا خود مختار اختیار دینا انسانیت کے وقار اور بین الاقوامی قانون کی روح کے منافی ہے۔ اگرچہ عالمی طاقتیں اپنی دفاعی برتری کے لیے ان ہتھیاروں کو تیار کر رہی ہیں، مگر قانونی اور اخلاقی طور پر یہ ناگزیر ہے کہ "انسانی کنٹرول" کو ہر حملے کی بنیاد بنایا جائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب تک خود مختار ہتھیاروں کو بین الاقوامی قانونی فریم ورک کے تابع نہیں کیا جاتا اور ان کے استعمال پر سخت پابندیاں عائد نہیں کی جاتیں، عالمی امن اور انسانیت کا مستقبل شدید خطرے میں رہے گا۔

ریگولیٹری فریم ورک اور حکومتی پالیسیاں

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

مصنوعی ذہانت (AI) کی بے لگام ترقی کو قانونی دائرے میں لانے کے لیے ایک جامع "ریگولیٹری فریم ورک" کی تشکیل عالمی ضرورت بن چکی ہے۔ حکومتوں کے لیے سب سے بڑا قانونی چیلنج یہ ہے کہ وہ ٹیکنالوجی کی اختراع کو روکے بغیر اس کے خطرات کو کیسے محدود کریں؟اس مقصد کے لیے دنیا بھر میں مختلف قانونی ماڈلز اپنائے جا رہے ہیں۔ مثلاً یورپی یونین کا "AI Act" مصنوعی ذہانت کو خطرے کی بنیاد پر تقسیم کرتا ہے، جہاں زیادہ خطرے والے سسٹمز پر سخت پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ حکومتی پالیسیوں کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اے آئی سسٹمز شفاف ہوں، ان کا آڈٹ کیا جا سکے، اور وہ انسانی حقوق کے خلاف استعمال نہ ہوں۔ قانونی ریگولیشن کے بغیر، مصنوعی ذہانت کی کمپنیاں نجی مفادات کو عوامی مفاد پر ترجیح دے سکتی ہیں، جس سے معاشرتی توازن بگڑنے کا خدشہ رہتا ہے۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔[16]

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار (حکومت) عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔"

یہ آیت حکومت کی بنیادی ذمہ داری بیان کرتی ہے کہ وہ خیر (معروف) کو فروغ دے اور شر (منکر) کو روکے۔ مصنوعی ذہانت کے ریگولیٹری قوانین کا مقصد بھی یہی ہونا چاہیے کہ ٹیکنالوجی کے برے اثرات سے عوام کو بچایا جائے اور اس کے مثبت پہلوؤں سے معاشرے کو فائدہ پہنچایا جائے۔

حکومتی پالیسیوں میں ایک اہم پہلو "اخلاقی معیارات" اور "تکنیکی ضوابط" کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا ہے۔ ریاستوں پر یہ قانونی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اے آئی کے استعمال کے لیے "لائسنسنگ" اور "سرٹیفیکیشن" کے نظام وضع کریں۔ اگر کوئی خود مختار نظام عوامی تحفظ کے خلاف پایا جائے، تو حکومت کے پاس اسے روکنے کا قانونی اختیار ہونا چاہیے۔

بین الاقوامی تعاون کے بغیر کوئی بھی ملکی قانون موثر نہیں ہو سکتا کیونکہ اے آئی کا اثر سرحدوں سے ماورا ہے۔ لہذا، اقوام متحدہ جیسے اداروں کے ذریعے ایک "عالمی ضابطہ اخلاق" کی تیاری حکومتی پالیسیوں کا حصہ ہونی چاہیے۔ ریگولیشن کا ایک مقصد ڈیجیٹل اجارہ داریوں کو روکنا بھی ہے تاکہ چھوٹی کمپنیاں اور عام صارفین بھی اس ٹیکنالوجی سے مساوی طور پر فائدہ اٹھا سکیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ ۔[17]

"تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ (طاقت / قانون) سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (برا جانے)۔"

یہ حدیث ریاست اور صاحب اختیار افراد کو برائی کی روک تھام اختیار افراد کو برائی کی روک تھام کے لیے عملی اقدامات کا حکم دیتی ہے۔ مصنوعی ذہانت کے ذریعے پھیلنے والے جرائم، جھوٹی معلومات اور انسانی تذلیل کو روکنے کے لیے قانونی ریگولیشن بنانا اس نبوی تعلیم پر عمل کرنے کی ایک جدید صورت ہے۔

اگر مصنوعی ذہانت کے بعض استعمالات میں مصلحت کے بجائے فساد کا اندیشہ ہو، تو حکومت پر واجب ہے کہ وہ "سد ذرائع" (برا راستوں کو بند کرنا) کے اصول کے تحت ان پر پابندی لگائے یا انہیں ریگولیٹ کرے۔ سائبر قوانین اور اے آئی پالیسیاں بناتے وقت ماہرین شریعت سے بھی مشاورت کی جائے تاکہ یہ قوانین اسلامی اقدار کے متصادم نہ ہوں۔

ریاست کو چاہیے کہ وہ ایسا ماحول فراہم کرے جہاں ٹیکنالوجی کا ارتقاء انسانی وقار کے دائرے میں رہ کر ہو۔ ریگولیٹری فریم ورک اور حکومتی پالیسیاں وہ ڈھانچہ فراہم کرتی ہیں جس کے اندر مصنوعی ذہانت کو انسانیت کے لیے محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔ قرآن، حدیث اور فقہی قواعد حکومت کو یہ حق اور ذمہ داری

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

دیتے ہیں کہ وہ مفادِ عامہ کے تحفظ کے لیے ٹیکنالوجی کو کنٹرول کرے۔ بغیر کسی قانون کے اے آئی کی ترقی معاشرے میں افرا تفری پیدا کر سکتی ہے۔ لہذا، ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی سطح پر ایسے متفقہ ضوابط بنائے جائیں جو ٹیکنالوجی کو اخلاقی اور قانونی حدود کا پابند بنائیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ ریگولیشن کا اصل مقصد ٹیکنالوجی کو روکنا نہیں بلکہ اسے انسانیت کا تابع بنانا ہے۔

حوالہ جات:

---

1 Pamela McCorduck, Machines Who Think: A Personal Inquiry into the History and Prospects of Artificial Intelligence, 2nd ed. (Natick, MA: A. K. Peters, 2004), 4-5.

2 القرآن الکریم، سورۃ القیامۃ، آیت نمبر:36

3 Ryan Abbott, The Reasonable Robot: Artificial Intelligence and the Law (Cambridge: Cambridge University Press, 2020), 45–47.

4 عبدالعزيز بن أحمد البخاري، كشف الأسرار شرح أصول البزدوي (بيروت: دار الكتب العلمية، 1418ھ)، 4/355.

5 القرآن الکریم، سورۃ النحل، آیت نمبر:126

6 برهان الدين علي بن أبي بكر المرغيناني، الهداية شرح بداية المبتدي، (بيروت: دار إحياء التراث العربي)، ج3، كتاب الغصب، ص236.

7 القرآن الکریم، سورۃ الانعام، آیت نمبر:164

8 ابو داؤد، امام ابو داؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی، السنن، (بیروت: دار احیاء التراث العربي، 1997ء) کتاب الحدود، باب في المجنون یسرق أو یصیب حدا، ح: 4403

9 القرآن الکریم، سورۃ النور، آیت نمبر:27

10 ترمذی، الجامع الترمذی، کتاب الادب، باب إن المستشار مؤتمن، ح:2822۔

11 القرآن الکریم، سورۃ الحجرات، آیت نمبر:12

12 القرآن الکریم، سورۃ النجم، آیت:39

13 ابو داؤد، السنن، کتاب الخراج والفيء والإمارة، باب في إقطاع الأرضين، ح:3071

14 القرآن الکریم، سورۃ الانعام، آیت نمبر:151

15 ابو داؤد، السنن، کتاب الجهاد، باب في دعاء المشركين، ح:2614۔

16 القرآن الکریم، سورۃ الحج، آیت نمبر:41

17 مسلم، امام مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم الحدیث:49۔